ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.2 2024

تخلیق وتنقید کا باہمی ربط و تعلق

(The symbiosis between Creativity and Criticism)

عمران شہزاد

پی ایچ ڈی اسکالر

ادارہ زبان وادبیات اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Creativity and Criticism coincide in a way that both guide and assist each other that is why mostly both are ascribed as two sides of a coin.Creation stems out of the criticism.Both qualities are interrelated like body and soul and it is believed that the critical consciousness of the writer guides him during the whole process of creation.Critics must have the ability to unveil the creation process and experiences on the other hand,writers should posses the qualities of critical awareness and consciousness.

Key words: Creativity,Criticism,writer,Critic

تخلیق کا مادہ "خلق " ہے جس کے معانی کسی چیز کو تخلیق کرنا، جنم دینا، وجود میں لانا، بنانا یا پیدا کرنے کے ہیں۔ خلق کو انگریزی میں Createاور تخلیق کو Creation کہا جاتا ہے۔ تخلیق سے مراد ادب کی تخلیق ہے؛ ادب خواہ شاعری کی صورت میں ہو یا نثر، ادبی تخلیق کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔ جس عمل سے گزر کر ادب خلق پذیر ہوتا ہے اسے تخلیقی عمل کہتے ہیں۔ تخلیقی عمل ایک ایسی قوت ہے جس سے انسان نئی نئی ایجادات اور تخلیقات کرتا ہے۔ ادب تخلیق کرنے والے کو تخلیق کار یا فن کار کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ تنقید ادب کا وہ شعبہ ہے جس میں کسی تخلیقی ادب کی وضاحت، توضیح، جمالیاتی اقدار اور تعین قدر کے متعلق فیصلہ دینا ہے۔ انگریزی زبان میں تنقید کے لیےCriticismکا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی لفظ Criticismاپنے مفہوم میں ادب پارے کے محاسن و عیوب، تشریح، تعبیر، تفسیر، تحلیل ، تجزیہ اور درجہ شناسی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تنقید ایک ایسا تجزیاتی عمل ہے جس سے کھرے کھوٹے، اچھے اور برے میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ تنقید کو نکتہ چینی، اعتراض، عیب جوئی، جانچ اور پرکھ کے معنوں میں بھی برتا جاتا ہے۔ درحقیقت تنقید تو ادب پارے کی جملہ خوبیوں اور خامیوں کو سامنے رکھ کر اس کی تعین قدر کرنے کا نام ہے۔ تنقید کا منصب چھان پھٹک کرنا، فن پارے کو پرکھنا، اس کی تشریح کرنا، اس کا تجزیہ کرنا اور دوسرے فن پاروں سے موازنہ کرکے جو نتائج اخذ ہوں ان کی روشنی میں فن پارے کی قدر وقیمت کا تعین کرنا ہے۔

تخلیق اور تنقید ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم سمجھے جاتے ہیں اور ان دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تنقید تو درحقیقت تخلیق کی تشریح کرنے اور اس کی قدر وقیمت کا تعین کرنے سے وجود میں آتی ہے اور اگر تخلیقی ادب کے بغیر تو تنقیدی ادب کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ تخلیق تو تنقید پر انحصار کرتی ہے

کیونکہ کوئی بھی عمدہ تخلیق بغیر تنقیدی شعور کے نہیں لکھی جاسکتی۔ تخلیق و تنقید ایک دوسرے کے لیے لازمی ہیں کیونکہ ان کی حیثیت جسم و جان کی ہے۔ کیونکہ تخلیق کار تنقیدی شعور کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تخلیق کے بطن سے تنقید جنم لیتی ہے اور تخلیقی عمل میں تخلیق کار کا تنقیدی شعور قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ تخلیق تو تنقیدی شعور کے بغیر ادھوری ہے اور تنقید ہی تخلیق کی رہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے تنقید و تخلیق کے تعلق کو ان تین صورتوں میں بیان کیا ہے ۔اول صورت میں تنقید کا درجہ تخلیق سے کم تر ہے۔ دوسری صورت میں تنقید تخلیق کی معاون ہے اور تیسری صورت میں تنقید تخلیق کی ہم پلہ سمجھی جاتی ہے۔(1) پہلی صورت میں تنقید کو تخلیق کی تشریح و تعبیر اور تخلیق اور قاری کے درمیان ایک رابطہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں تنقید کی الگ حیثیت کی نفی کرتے ہوئے اسے تخلیق کی ترجمانی کا وسیلہ سمجھا جاتا ہے۔ تنقید کو تخلیق سے کمتر سمجھنے والوں کا خیال ہے کہ تنقیدی ادب کی بنیاد تو تخلیقی ادب پر ہوتی ہے۔ نظیر صدیقی اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "تنقیدی ادب کی بنیاد ہی تخلیقی ادب پر ہوتی ہے۔ اگر تخلیقی ادب کا وجود نہ ہو تو تنقیدی ادب بھی پیدا نہ ہو سکے گا۔ تنقید دراصل تخلیق کی تشریح کرنے اور اس کی قدر و قیمت کا تعین کرنے سے وجود میں آتی ہے۔ تخلیق کا وجود ہی نہ ہو تو تنقید کس چیز کی توضیح کرے گی؟ اور کس چیز کی قدر و قیمت متعین کرے گی؟"(2)

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تخلیقی ادب کا وجود پہلے ہے اور تنقید کا بعد میں لہذا تخلیق کو اول حیثیت حاصل ہے اور تنقیدی ادب کو ثانوی۔ دنیا کا بہترین تخلیقی ادب تو انسانی تاریخ کے ہر دور میں شگفتہ اور شاداب رہتا ہے، جب کہ اس کے برعکس بہترین تنقیدی ادب ہر دور میں اپنی تازگی اور توانائی کھو دیتا ہے۔ تنقید کے متعلق ایک عام نقطہ نظریہ ہے کہ تنقید نکتہ چینی کا دوسرا نام ہے۔ ہر عہد میں تنقید کے متعلق یہ غلط فہمی عام رہی ہے اور اس کے نتیجے میں ناقدین کو طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ تنقید نگار کو غیر ضروری اور ناپسندیدہ واسطہ بن کر تخلیقی فن پارے اور قاری کے درمیان حائل سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی تصور تھا کہ تنقید نگار خواہ مخواہ قاری کے ذہن میں الجھاؤ پیدا کرتا ہے۔ نورالحسن نقوی لکھتے ہیں کہ فلابیر نے تنقید کو ادب کے جسم کا کوڑھ بتایا ہے۔ ٹینی سین نے نقاد کو گیسوئے ادب کی جوں کہا ہے۔ چیخوف نے تنقید نگار کو گھوڑے کو ہل چلانے سے روکنے والی مکھی سے تشبیہ دی ہے۔ ایمرسن نے کہا کہ جو شعر کہنے میں ناکام ہونے والا اپنی ناکامی کا بدلہ لینے کے لیے تنقید نگار بن کر شعراپر نکتہ چینی کرتا ہے۔ ڈرائیڈن اگرچہ خود بھی نقاد تھا لیکن ان کا کہنا ہے کہ نقادوں میں نفرت کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے جس کے باعث وہ اچھائیوں سے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ بائرن کا خیال ہے کہ نقاد پر بھروسہ کرنے سے پہلے ہر ناممکن بات کا یقین کر لو۔ والٹیئر نے بھی شیکسپیئر پر بے جا نکتہ چینی کی تھی۔ کیٹس پر بھی ان کے ہم عصروں نے ایسے حملے کیے تھے کہ وہ دق کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گئے تھے۔ رچرڈس نے کہا ہے کہ تنقید نگار ادب کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو ڈاکٹر جسم کے ساتھ کرتا ہے۔(3) تنقید کے متعلق ان تمام تصورات میں نقاد کو اس وجہ سے طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے کہ وہ تخلیق کار کی ادبی تخلیقات پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض صورتوں میں تنقید نکتہ چینی کرتی ہے لیکن بشرطیکہ اس میں خامیاں موجود ہوں اور عقل و شعور ان خامیوں کا یقین بھی دلا دے۔ اس نکتہ چینی کا مقصد کسی کی تضحیک ہرگز نہیں ہے بلکہ ہمدردانہ انداز میں نقائص کو سامنے لانا ہے۔ تنقید یہ فریضہ سرانجام دیتی ہے کہ ایک طرف تخلیق کی اصلاح ہو اور دوسری طرف قاری کے شعور کو بیدار کر کے اس کے ذوق کی بھی تربیت کی جاسکے۔ تنقید اور تخلیق میں موازنہ کرتے ہوئے احمد امتیاز لکھتے ہیں:

> "تنقید اپنی بنیادیں تخلیق ہی پر کھڑی کرتی ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ تخلیق کا کام جہاں ختم ہوتا ہے وہیں سے تنقید کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ گویا تخلیق کی حیثیت مقدم ہے اور تخلیق کی موخر۔"(4)

تخلیقی کاوش کو تنقیدی صلاحیت پر فوقیت دی جاتی ہے۔ ورڈزورتھ کے نزدیک تنقیدی قوت تخلیقی قوت کے مقابلے میں کمتر درجے کی چیز ہے اور وہ وقت جو دوسروں کے کام پر تنقید لکھنے میں صرف کیا جاتا ہے اگر کسی بھی درجے کی تخلیقی کاموں میں صرف کیا جائے تو یہ زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ کسی بھی قسم کی تخلیق کو معاندانہ تنقید سے بہتر سمجھا جاتا ہے جو ذہنوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اس سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ تخلیق اول درجے پر ہے اور اس کے مقابلے میں تنقید کی حیثیت ثانوی ہے۔ تخلیق تو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

تنقید پر انحصار کرتی ہے کیونکہ کوئی بھی عمدہ تخلیق بغیر تنقیدی شعور کے وجود میں نہیں آسکتی۔اس تناظر سے تو ہر تخلیق تنقیدی مراحل سے گزر کر ہی وجود میں آتی ہے۔آل احمد سرور کا نقطہ نظریہ ہے کہ بڑے تخلیقی کارنامے بغیر ایک اچھے تنقیدی شعور کے وجود میں نہیں آسکتے۔ تخلیقی جوہر بغیر تنقیدی شعور کے گمراہ ہو جاتا ہے اور تنقیدی شعور بغیر تخلیقی استعداد کے بے جان رہتا ہے۔(5) تخلیق کار کے تنقیدی شعور کے متعلق ڈاکٹر ارتضیٰ کریم لکھتے ہیں:

"تنقید اور تخلیق کا رشتہ چولی اور دامن کا ہے۔ تخلیق کے بطن سے تنقید کا جنم ہوتا ہے۔ تخلیقی عمل میں، تخلیق کار کا تنقیدی شعور قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرتا ہے۔اس لیے ہم یہ مان کر چلتے ہیں کہ ہر اچھا تخلیق کار عمدہ تنقیدی شعور رکھتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنے فن پارے کی تراش خراش کرتا ہے۔اسے اپنی دانست میں بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔"(6)

تنقیدی شعور کی بدولت کسی بھی ادبی فن پارے کا پہلا نقاد تو تخلیق کار خود ہی ہوتا ہے کیونکہ کسی تخلیقی فن پارے کو وجود میں لانے کے لیے جو مواد تخلیق کار کے ذہن میں ہوتا ہے اس میں سے جب وہ مناسب چیزوں کا انتخاب کرتا ہے تو اس وقت ہی تنقید کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔شاعری کے دوران قافیہ، ردیف، بحور، الفاظ، تراکیب اور بندشوں کی تلاش و جستجو کا مرحلہ بھی دراصل تنقیدی عمل کی ہی ایک صورت ہے۔اس تناظر میں تو کسی ادبی متن کی ہر سطر تخلیق کرنے کے عمل میں مصنف کے تخلیقی جوہر کے ساتھ ساتھ اس کی تنقیدی بصیرت بھی کارفرما ہتی ہے اور وہ تخلیق کو خوب سے خوب تر بنانے کی تگ ودو میں مصروف رہتا ہے۔اگر تخلیق کار میں تنقیدی حس اور تنقیدی شعور زیادہ ہوتا ہے، اس کی تخلیق بھی عمدہ ہوتی ہے۔اختر انصاری اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"ایک شاعر کو شعر کہنے کے دوران میں کتنی ہی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔پہلے وہ اپنے ذہن میں فکری مواد فراہم کرتا ہے۔پھر فراہم شدہ مواد میں اضافہ و ترمیم کا عمل شروع ہوتا ہے۔ قطع و برید، چھان پھٹک اور ترتیب و تشکیل کا یہ اندرونی عمل بسا اوقات کافی طویل ہوتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یا فوراً بعد اس کا اسلوب اور پیرائیہ اظہار کی تعین کا عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ظاہر ہے شاعر کا تنقیدی شعوری اسے ان تمام منزلوں سے کامیابی کے ساتھ گزرنے میں مدد دے سکتا ہے۔پست سے بلند اور بلند سے بلند تر کی طرف شاعر کے ذہن کی حرکت کسی نہ کسی تنقیدی شعور کے بغیر ممکن نہیں۔"(7)

تنقیدی شعور کے بغیر کسی تخلیقی فن پارے کا ظہور پذیر ہونا ناممکن ہے۔جب ہم کسی تخلیقی فن پارے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس تخلیق میں اس کے تخلیق کار کا تنقیدی شعور بھی واضح نظر آتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تخلیق کار لفظوں کی نشست و برخاست سے ادبی تخلیق میں انفرادی خوبی کو کیسے اجاگر کرتا ہے۔ہر ادبی تخلیق مصنف کے تنقیدی شعور کی نمائندہ ہوتی ہے۔ٹی ایس ایلیٹ نے اپنے مضمون "تنقید کا منصب" میں لکھا ہے کہ:

"درحقیقت ایک مصنف کی اپنی تصنیف کے سلسلے میں محنت شاقہ کا بڑا حصہ تنقیدی محنت کا ہوتا ہے یعنی چھانٹنے، جوڑنے، تعمیر کرنے، خارج کرنے، صحیح کرنے، جانچنے کی محنت۔یہ اذیت ناک محنت جتنی تنقیدی ہوتی ہے اتنی ہی تخلیقی ہوتی ہے۔میں تو یہاں تک کہوں گا کہ ایک تربیت یافتہ اور ہنرمند مصنف جو تنقید اپنی تصنیف پر کرتا ہے وہ بے حد اہم اور اعلیٰ درجہ کی تنقید ہے۔کچھ تخلیقی مصنف دوسروں سے محض اس بنا پر بہتر ہیں کہ ان کا تنقیدی شعور اعلیٰ درجہ کا ہے۔"(8)

ادبی تخلیق کے ساتھ ساتھ تنقیدی عمل بھی جاری رہتا ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے ورجل کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ صبح اپنے اشعار لکھواتا تھا اور سارا دن ان اشعار پر غور و فکر کرتا تھا اور ان کو چھانٹتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ ریچھنی بھی اسی طرح اپنے بدصورت بچوں کو چاٹ چاٹ کر خوبصورت بناتی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس طرح کے تنقیدی عمل اور تنقیدی شعور کی بدولت تخلیق اور تنقید ایک ہی سکے کے دو رخ قرار دیے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا تخلیق کے ساتھ ساتھ تنقیدی عمل بھی جاری و ساری رہتا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

"ہر تخلیقی فن کار اپنے طور پر نقاد بھی ہوتا ہے۔ اس کی تنقیدی حس اسے بتاتی ہے کہ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے یا جو متن وہ بنا رہا ہے، وہ فن پارہ کہلانے کے لائق ہے کہ نہیں اور اگر اس کی بنائی ہوئی چیز فن پارہ ہے تو وہ اچھا یا (شاید) بڑا فن پارہ کہلانے کے لائق ہے کہ نہیں؟ تنقیدی شعور کے سوا وہ کیا شے ہے جو تخلیق کار کو اس بات کا جواب فراہم کرتی ہے کہ جو لفظ میں نے یہاں لکھا ہے وہ انھیں معنی یا تقریباً انھی معنی کے حامل فلاں لفظ سے بہتر ہے؟ تنقیدی شعور کے بغیر تخلیقی فنکار کو کس طرح معلوم ہوتا ہے کہ فلاں مضمون، فلاں مضمون سے نادر تر ہے اور فلاں معنی، فلاں معنی سے لطیف تر ہیں؟"(9)

تخلیق کار تو اپنی تنقیدی حس اور تنقیدی شعور کی بدولت اپنی تخلیقات کا از سر نو جائزہ لیتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بعض ادبی تخلیقات میں وہ تبدیلیاں بھی کرتے رہے ہیں۔ غالب نے جب اپنے تنقیدی شعور کی بدولت اپنا دیوان مرتب کیا تو اپنے ان اشعار کو دیوان میں جگہ نہ دی جو ان کے مطابق اعلیٰ درجے کے اشعار نہ تھے۔ اسی طرح علامہ اقبال نے بھی اپنے بہت سے اشعار کو اپنی شعری تصنیفات میں شامل نہیں کیا جو بعد میں باقیات اقبال کے نام سے شائع ہوا۔ تخلیق کار میں تنقیدی صلاحیت جتنی قوی ہو گی اس کا تخلیقی کارنامہ بھی اس قدر اہم ہو گا۔ اسی طرح جس نقاد میں تخلیقی اور تنقیدی شعور یک جا ہو گا اس کی تنقیدی جہات بھی اسی درجہ اہمیت کی حامل ہوں گی۔ تخلیقی مواد کو تنقید ایک وحدت عطا کرتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"تخلیقی قوت اپنے جوہر اسی وقت بہترین طور پر دکھا سکتی ہے کہ جب تخلیق کار نے مواد تنقید اس طرح تیار کر دیا ہو کہ فنکار خدائی صفات سے اسے ایک نئے رشتے میں پرو کر ایک وحدت بنا دے۔"(10)

تخلیقی عمل میں تنقیدی شعور کا حد سے بڑھ جانا بھی ایک رکاوٹ ہی ہے۔ جن تخلیق کاروں کے ہاں تنقیدی شعور زیادہ ہوتا ہے وہ عموماً دوسرے تخلیق کاروں پر سبقت لے جاتے ہیں لیکن بعض تخلیق کار ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے شدید تنقیدی رجحانات ان کے تخلیقی میلانات و رجحانات کے درمیان دیوار کی طرح حائل ہو کر انھیں تخلیقی عمل سے باز رکھتے ہیں۔ میرا جی نے میلارمے کی مثال دی ہے کہ میلارمے کی ذہانت میں تنقیدی رجحانات اس قدر زیادہ تھے کہ وہ ان کے تخلیقی رجحانات کی راہ میں حائل رہتے تھے جس کی وجہ سے وہ کثرت سے تخلیقی کام نہ کر پاتے۔

تخلیق کار صرف تخلیق سے قبل ہی تنقیدی شعور اور تنقیدی بصیرت سے کام نہیں لیتا بلکہ تخلیق کے دوران اور تخلیق لکھ چکنے کے بعد بھی تخلیق پر تنقیدی نظر ڈالتا رہتا ہے اور جو اسے تخلیق میں خامیاں نظر آتی ہیں ان کو بھی رفع کرتا رہتا ہے۔ تخلیق کار تنقیدی شعور کے بغیر قدم آگے نہیں بڑھا سکتا۔ گویا ایک تخلیق کار تخلیقی عمل کے دوران میں مواد پر تنقیدی نظر ڈال کر اس کا تجزیہ کرتا رہتا ہے۔ تخلیق کار اپنے تجربات و احساسات اور تاثرات کو تنقیدی شعور کے تحت تخلیق کے قالب میں ڈھال کر اسے فن پارے کا نام دیتا ہے۔ تنقیدی عمل مسلسل تخلیقی عمل کے متوازی چلتا رہتا ہے۔ جب کسی تخلیق کار کے ذہن میں کسی فن پارے کی داغ بیل پڑتی ہے تو تنقیدی عمل اسی وقت ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جب کوئی سنگ تراش مجسمہ بنانے کے لیے کام کا آغاز کرتا ہے تو اس مجسمے کا خاکہ ایک تنقیدی عمل سے ہی گزر کر اس کے ذہن میں تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب تخلیق کار لکھنے کا آغاز کرتا ہے تو اس کی تحریر کا خاکہ بھی ایک تنقیدی عمل اور تنقیدی شعور سے گزر کر اس کے ذہن میں تیار ہو جاتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

تخلیق و تنقید کے رشتے کی دوسری صورت میں تنقید کو تخلیق کی معاون قرار دیا جاتا ہے۔اس صورت میں تنقید کا کام تخلیق کی تشریح و توضیح اور اس کا تجزیہ کرتے ہوئے تخلیق کے سرچشموں تک رسائی حاصل کر کے اس کی تعبیر و تعین قدر ہے۔اس صورت میں بھی تنقید کو تخلیق کا مرہون منت سمجھا جاتا ہے۔تنقید کو تخلیق سے جو کمتر سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ تنقید فن کار کی تضحیک ہے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی تخلیق کو تنقیدی ادب میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تنقید نگاروں کے لیے یہ کہنا کہ وہ ادب اور آرٹ کی دنیا میں ناکام ہو جانے کے بعد تنقید میں کامیاب ہوتے ہیں، کسی طرح بھی عقل پر مبنی نہیں کہا جا سکتا۔تنقید خود تخلیقی ادب کی ایک شاخ ہے اور تنقید کو تخلیقی ادب کے تحت شمار نہ کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔"(11)

تنقید تو تخلیق کی تقویم و تشریح کرتے ہوئے ادبی تحریر کو غیر ادبی تحریر سے ممیز و ممتاز کرنے کے عمل کا نام ہے۔تخلیق کی تشریح و توضیح کا فریضہ سرانجام دے کر کے تو تخلیق کی معاونت کرتی ہے۔یہاں تشریح ان خیالات اور مطالب کو تفصیل سے بیان کرنے کا عمل کا نام ہے جن کو تخلیق کار نے اپنی تخلیق میں پیش کرنے کی کوشش کی ہوتی ہے۔تشریح میں تو تخلیق کی مکمل اور تمام پہلوؤں سے وضاحت پیش کی جاتی ہے، جو تخلیق کی تفہیم میں معاون ثابت ہوتی ہے۔اس صورت میں تنقید تخلیق کی معاونت کرتی ہے اور تنقید کا وجود تخلیق کے سبب ہے۔

تنقید کو محض تخلیق کی تشریح جیسے کام تک محدود نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تشریح تو تنقید کا ایک فریضہ اور ایک پہلو ہے۔ادب کی تفہیم و تشریح اور تحقیق و تجزیہ کے لیے تنقید ایک بنیادی آلے کی درجہ رکھتی ہے لیکن اسے محض ادب کا آلہ سمجھنا بھی درست نہیں۔تنقید کی اپنی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ تنقید تو بذات خود ادب بھی ہے۔تنقید ایک ایسی جستجو اور کاوش ہے جس کی تحریک انسان کے فطری ذوق، جستجو اور نئی باتوں کے دریافت کرنے، حصول علم اور اپنے تجربات کو بیان کرنے کے جذبے سے ہوتی ہے۔تنقید جب تخلیق کی معاونت کرتی ہے تو وہ تخلیق کے تجزیے کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہے۔کسی بھی تخلیقی فن پارے کو اجزا میں تقسیم کر کے ہر جزو کو فنی اعتبار سے پرکھنے کے عمل کا نام تجزیہ ہے اور تجزیے کے ذریعے ہی تنقید تخلیقی فن پارے میں سمو کر اس کے معنی و مفاہیم کو دریافت کرنے کی کوشش بھی کرتی ہے۔

تخلیق اور تنقید کے رشتے کی تیسری صورت میں تنقید کو تخلیق کی ہم پلہ سمجھا جاتا ہے۔اس صورت میں تنقید تخلیق کے قریب پہنچ کر تخلیقی تجربے کی باز آفرینی کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہے۔نقاد تخلیقی تجربے کی ذہن میں از سر نو تشکیل اس انداز سے کرتا ہے کہ تخلیق کار کے وجدان کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر وہ تخلیقی فن پارے کی گرہیں کھول سکے۔جس طرح تخلیق میں تنقیدی شعور کی جھلک نظر آتی ہے اسی طرح تنقید میں بھی تخلیقی عمل کسی نہ کسی صورت میں پایا جاتا ہے۔ڈاکٹر احسن فاروقی لکھتے ہیں:

"تنقید علم بھی ہے اور فن بھی اگر وہ کسی ادیب، صنف ادب یا ادبی اصول کے بابت محض معلومات کا ذخیرہ ہے تو وہ علم ہی ہے اگر وہ ان ہی چیزوں کی بابت کسی گہرے جذبے کو اس طرح ادا کرتی ہے کہ ایک نیا عالم تخلیق ہو جائے تو وہ فن ہے اور اس وقت وہ تخلیقی تنقید کہلائی جا سکتی ہے۔"(12)

بعض صورتوں میں تو تنقید اپنے اسلوب کی وجہ سے تخلیق کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔تنقید اور تخلیق کا باہمی تعلق تو ایسا ہے کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اعلیٰ درجے کی تخلیق کے لیے تنقیدی شعور اور اعلیٰ درجے کی تنقید کے لیے تخلیقی شعور کا ہونا لازمی ہے۔تخلیق کے اندر تنقید اور تنقید کے اندر تخلیق کسی نہ کسی صورت میں موجود ہوتی ہے۔تنقید میں بھی تخلیقی نوعیت کے عناصر پوشیدہ ہوتے ہیں۔نقاد جب تخلیق کار کا کردار ادا کرتا ہے تو وہ بھی تخلیقی فن پارے کے مشاہدات و تخیلات، تجربات و تاثرات سے اسی طرح گزرتا ہے جس طرح کوئی تخلیق کار گزرتا ہے۔ادبی تنقید کو ایک تخلیقی عمل قرار دیتے ہوئے اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

"ادبی تنقید خود ایک طرح کا تخلیقی عمل ہے۔فرق اگر ہے تو صرف تقدیم و تاخیر کا،اس کا براہ راست نتیجہ یہ ہے کہ فنی کارنامے لازوال اور موجود بالذات ہوتے ہیں اور تنقیدی کارناموں کی حیات اور ہمیشگی کا انحصار ان کارناموں پر ہے جن کی وہ تشریح و توضیح کرتے ہیں۔اول الذکر ایک طور سے گویا نظام شمسی ہے اور موخر الذکر ان بے شمار سیاروں کی مانند،جو ان کے گرد رقص کرتے،ان سے کسب نور کرتے اور غالباً ان کی حیات کے لیے ناگزیر ہیں۔"(13)

تخلیق افضل ہے یا تنقید،بہر حال دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم سمجھا جاتا ہے۔تنقید تو تخلیق کے تمام مراحل میں لمحہ بہ لمحہ ساتھ دیتی ہے۔تخلیق و تنقید کے باہمی ربط کے متعلق ڈاکٹر سجاد باقر رضوی لکھتے ہیں:

"تنقید اور تخلیق کے درمیان ایک اور رابطہ ہے اور وہ یہ کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے مشعل راہ ہوتی ہیں۔اس بحث میں پڑے بغیر کہ ان دونوں میں کسے اولیت حاصل ہے،اگر ہم ادب کی تاریخ کا جائزہ لیں تو پتا چلے گا کہ یہ دونوں صلاحیتیں ایک دوسرے کے فروغ کے لیے ممد و معاون ہوتی ہیں۔"(14)

تنقید و تخلیق کے مابین ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ یہ دونوں مواد انسانی زندگی سے لیتی ہیں۔تخلیق کار معاشرے کو اپنے زاویہ نظر سے جیسے دیکھتا ہے ویسے ہی بیان کرتا ہے۔جب کہ نقاد بھی فن پارے کی تشریح اسی طرح کرتا ہے جیسے وہ اسے سمجھتا ہے۔تخلیق اور تنقید ایک دوسرے کی رہنمائی کرتی رہتی ہیں۔کبھی کوئی عظیم تخلیق کار اپنی ادبی تخلیق سے تنقید کو اصول و ضوابط اور راستہ فراہم کرتا ہے اور کبھی کوئی نقاد اپنے ماحول اور اس کے تقاضوں کے صحت مندانہ شعور کی بدولت اپنے تنقیدی افکار سے تخلیقی فن کاروں کے لیے نئی نئی فضائیں کھولتا ہے کیونکہ رکھتا ہے۔حامدی کاشمیری تخلیق اور تنقید کے باہمی ربط کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تنقید کی تخلیق سے ربط و تعلق کی نوعیت کی کھوج لگائی جائے تو یہ بات ظاہر ہوگی کہ یہ تخلیق کی باطنی گہرائیوں میں اتر کر اس تجربے سے شرکت کو اپنا مقصد بناتی ہے اور تخلیق سے اپنے ناگزیر رشتے پر دلالت کرتی ہے۔یہ بات مسلمہ ہے کہ تنقید فی الاصل تخلیق ہی کی بدولت اپنے وجود کو پالیتی ہے۔تخلیق نہ ہو تو تنقید کے وجود آشنا ہونے کا امکان کالعدم ہو جائے۔۔۔تنقید اور تخلیق کے باہمی رشتے کی تفہیمیت کو آسان بنانے کے لیے اسے ایک لحاظ سے انسان اور کائنات کے باہمی رشتے سے مشابہ کیا جاسکتا ہے۔"(15)

تنقید سے تخلیق کو تحریک ملتی ہے کیونکہ تنقید کسی تخلیق کے پس پردہ محرکات کو تلاش کرنے کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہے۔یہ محرکات نفسیاتی،تاریخی،عمرانی ،سیاسی،تہذیبی،معاشی اور جمالیاتی ہوتے ہیں۔تنقید تخلیق کے لیے ایسی کسوٹی ثابت ہوتی ہے جس کی بدولت تخلیق درست سمت کی طرف گامزن ہو جاتی ہے۔فلسفیانہ مباحث کے ذریعے نقاد تخلیق کی روح تک پہنچنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔اس تناظر سے جو رتبہ تخلیق نگار کا ہے نقاد بھی اسی درجے کے قریب ہے۔کلیم الدین احمد تخلیق اور تنقید کے باہمی ربط کو ان الفاظ سے واضح کرتے ہیں:

"تخلیق و تنقید کا بالکل چولی دامن کا ساتھ ہے۔زندگی ایک محیط بے کراں ہے اور اس پورے محیط پر بے شمار نقطے ہیں جہاں یہ دونوں باہم مخلوط و مربوط ملیں گے،اس لیے ظاہر ہے کہ کوئی تخلیقی کوشش الگ تھلگ رہ کر وجود میں آ ہی نہیں سکتی۔"(16)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ماحصل گفتگو یہ ہے کہ تخلیق اور تنقید ایک دوسرے کی معاونت اور رہنمائی کرتی ہیں جس کی وجہ سے ان دونوں کو ایک ہی سکے کے دو رخ قرار دیا جا سکتا ہے۔ تخلیق کے بطن سے ہی تنقید کا جنم ہوتا ہے۔ تخلیقی عمل میں، تخلیق کار کا تنقیدی شعور قدم قدم پر اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تخلیق اور تنقید دونوں کا باہمی ربط جسم اور روح کا ہے۔ نقاد کے لیے تخلیقی عمل اور تخلیقی تجربے کو جاننا اور اسے منکشف کرنا جب کہ تخلیق کار کے لیے تنقیدی حس اور تنقیدی شعور کا ہونا ضروری ہے۔

حوالہ جات

1) ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، جدید اور مابعد جدید تنقید، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، 2013ء، ص: 11
2) نظیر احمد صدیقی، ادب میں تنقید کی ضرورت و اہمیت، مشمولہ، تنقید کی جمالیات، جلد اول، مرتبہ، عتیق اللہ، لاہور: بک ٹاک، 2018ء، ص: ۱۲۴
3) نورالحسن نقوی، ڈاکٹر، فن تنقید اور اردو تنقید نگاری، کراچی، گرین بکس، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۲-13
4) احمد امتیاز، تنقید کا منصب، مشمولہ، تنقید کی جمالیات، محولہ بالا، ص: ۳۴۵
5) آل احمد سرور، تنقید کیا ہے، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 2011ء، ص: ۱۴۲
6) ارتضیٰ کریم، ڈاکٹر، فیض کا تنقیدی رویہ، مشمولہ، فیض احمد فیض شخص اور شاعری، مرتبہ، اطہر نبی، نئی دہلی: سیمانت پرکاشن، ۱۹۹۱ء، ص: ۲۲۹
7) اختر انصاری، حالی اور نیا تنقیدی شعور، علی گڑھ: ادارہ شعر و ادب، 1975، ص، 11-12
8) ٹی ایس ایلیٹ، تنقید کا منصب، مشمولہ، ایلیٹ کے مضامین، مترجم جمیل جالبی، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۷۸ء، ص: ۶۴- ۶۵
9) شمس الرحمٰن فاروقی، کیا نقاد کا وجود لازم ہے، مشمولہ، تنقید کی جمالیات، جلد اول، محولہ بالا، ص: ۳۱۹
10) جمیل جالبی، ڈاکٹر، تنقید اور تجربہ، مشمولہ، نیا دور، کراچی، شمارہ، ۴۳-۴۴، ۱۹۶۷ء، ص: ۲۶۶
11) عبادت بریلوی، ڈاکٹر، تنقید نگاری، مشمولہ، تنقیدی نظریات، مرتبہ احتشام حسین، لاہور، لاہور اکیڈمی، ۱۹۶۸ء، ص: ۱۶
12) احسن فاروقی، ڈاکٹر، تخلیقی تنقید، کراچی، اردو کیڈمی سندھ، ۱۹۶۸ء، ص: ۲۶
13) اسلوب احمد انصاری، تنقید اور تخلیق، مشمولہ، تنقید کی جمالیات، جلد اول، محولہ بالا، ص: ۳۶۰
14) سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر، مغرب کے تنقیدی اصول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، 2012ء، ص: ۱۹
15) حامدی کاشمیری، ڈاکٹر، اکتشافی تنقید کی شعریات، لاہور، بیکن بکس، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۱-13
16) کلیم الدین احمد، تنقید اور ادبی تنقید، مشمولہ، تنقید کی جمالیات، جلد اول، محولہ بالا، ص: ۱۲۳